مطبوعات

قائداعظم محمد علی جناح
شخصیت و کردار
[illegible]
ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی
اسلام آباد
قیمت: -/۱۲ روپیہ

پاکستان کا نصب العین متعین کرنے کے لیے "تحریک پاکستان" کا فہم ضروری ہے اور جب تحریک پاکستان زیر غور آئے گی تو قائد اعظم کا نام اتنا ہی اہم ہوگا جیسے کسی [illegible] ہوتا ہے۔ اگرچہ تحریک پاکستان کل کی بات ہے، مگر تہائی صدی کے زمانی فصل اور نئی نسل کی کم نگاہی سے فائدہ اٹھا کر غیر اسلامی نظریات و تصورات کے حاملین، اسلامی نظریۂ پاکستان کو گول کر جاتے ہیں اور مقصد پاکستان پر تحریف کا عمل کرتے ہیں، بلکہ قائداعظم کی تحریروں اور تقریروں کا وسیع ریکارڈ موجود ہونے کے باوجود اُن کے واضح تصورات کو مسخ کر دیتے ہیں۔ ان حالات میں ہر بڑی ضروری اور مفید خدمت ہے کہ جو بھی لوگ تحریک پاکستان کے محرکات و عوامل اور قائداعظم کے تصورات و تلقینات کو نمایاں کر سکتے ہوں کریں۔

راقم کے دوست پروفیسر کرم حیدری دانشوروں کی صف کے ایک فرد ہیں اور ان کی لکھی ہوئی یہ کتاب متذکرہ مقصد کو بخوبی پورا کرتی ہے۔ پہلے باب میں انہوں نے اجمالاً یہ بتایا ہے کہ پچھلی اسلامی تحریکوں کے اثرات جمع ہو کر تحریک پاکستان کا سرمایۂ قوت بنے۔ بلکہ اُن کا باندھا ہوا عنوان (...... کی ارتقائی شکل) سے تو مفہوم وہی نکلتا ہے جو احسان دانش نے "ہم مشرق میں" تمام جلوے سمیٹ کر کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کم سے کم اتنا تو واضح ہے کہ پچھلی اسلامی تحریکوں کے اثرات نے ایک خاص طرح کا اسلامی نظریہ و نصب العین تحریک پاکستان کو دیا۔ برصغیر میں ہماری احیائی تحریکوں کا یہ تسلسل خود شہادت دیتا ہے کہ تحریک پاکستان کس اسپرٹ کے ساتھ اور کس مقصد کے لیے چل سکتی تھی۔ اس حقیقت کو اب غلط الفکر

دانشوروں کی کوئی فنی مہارت بدل نہیں سکتی اور نہ اسلامی مظاہر کی رَو کو روکا جاسکتا ہے جو پاکستان میں شدید مزاحمتوں کے باوجود زور پکڑ رہی ہے۔ جو کام مسلم لیگ نے شروع کیا تھا اس کی تکمیل کے لیے اور قوتیں بھی تو کام کر رہی ہیں۔

پھر قائداعظم نے دو قومی نظریے اور جداگانہ مسلم قومیت کے شعور کو جس انداز سے اُبھارا اس کا ذکر ہے۔ پھر قائداعظم میں مومن کی بنیادی صفات کے موجود ہونے پر گفتگو ہے، اور آخری باب میں اسلامی آئین اور جمہوری معاشرے کی اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔

ضروری حوالوں اور اقتباسات سے آراستہ یہ مختصر کتاب (۸۰ صفحات) اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہے۔ دلچسپ بات یہ کہ پروفیسر حیدری صاحب کی یہ کتاب اُن کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کے اڑھائی سو صفحات کی تلخیص ہے جسے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبۂ پاکستانیات نے تیار کرایا۔ وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت بھی عمل میں آجائے۔

ایک مقام پر کھٹک ہوتی۔ مسٹر جمیل الدین احمد مرحوم (جو بڑا اشرافیانہ مزاج رکھتے تھے) کے ایک اقتباس (ص ۶۶) کا مفہوم مؤلف نے اپنایا ہے۔ وہ اس میں بعض معترضین کی تردید کرتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں لکھتے ہیں کہ ”انہوں نے اپنے گرد مذہبی تقدس کا ہالہ نہیں بنایا ہوا تھا“ —— ”عوام کے مذہبی جذبات اور تعصبات کا استحصال نہیں کرتے تھے“ —— ”وہ مذہبی رسومات کی نمائش نہیں کرتے تھے“ —— ”مذہبی یا منطقی موشگافیوں کا تانا بانا بھی نہیں بناتے تھے“ —— اختتام اس جملے پر ہے کہ لیکن ”وہ دین کی رُوح سے نہ صرف باخبر بلکہ پوری طرح سرشار تھے“ —— سوال یہ ہے کہ ”تقدس کا ہالہ“ نہ سہی، لیکن کسی کے اندر فکری یا اخلاقی تقدس کا موجود ہونا تو مطلوب ہے۔ ورنہ کوئی مرحوم کی دیانت و امانت یا پابندیٔ وقت یا جمہوریت پسندی پر بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے ان خوبیوں کا اپنے گرد ہالہ بنا رکھا تھا۔ اگر کوئی شخص دین و مذہب سے سچی محبت کرے اور دینی اصولوں کے غلبے اور مذہبی اقدار کے فروغ کے لیے کام کرے گا تو وہ عوام کے دینی و مذہبی جذبات کو ضرور متحرک کرے گا۔ (اور یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ قائداعظم نے ایسا کیا۔ رہا کسی دھوکا دینے والے شخص کا استحصال کرنا تو جیسے وہ مذہبی جذبات کا استحصال کرسکتا ہے، ویسے ہی کوئی دوسرا شخص جمہوری رجحانات کا بھی استحصال کرسکتا ہے۔ کوئی تیسرا سیاسی مسائل کا، معاشی اضطراب کا، دفاعی ولولوں کا بھی استحصال کرسکتا ہے۔

مذہبی جذبات وتعصبات کی بات غلط ہے۔ اکے "استحصال" سے پرہیز کے لیے یہ لازمی نہیں کہ سرے سے مذہبی جذبات ہی سے کوئی فارغ ہو جائے، یا اُن کا تذکرہ نہ کرے۔ اور قائداعظم نے مذہبی جذبات سے ایسی بے تعلقی نہیں رکھی ہے۔ کسی شخص کا مذہبی رسومات کی نمائش کے لیے اہتمام نہ کرنا اور بات ہے، اور مذہبی رسومات (میری مراد سنن، آداب، شعائر وغیرہ سے ہے) ہی کو غیرباد کہہ دینا اور بات ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی پروفیسر کرم حیدری جیسے مسلمان کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوگی کہ اسلام نے بعض رسومات کو سب کے سامنے یا اجتماعی طور پر پورا کرنے کی تلقین کی ہے۔ مثلاً ـــ کیا "السلام علیکم" کہنے" یا "بسم اللہ" پڑھنے سے بھی رسومات کا عالم بن جانا ہے جو کوئی مہلک شے ہے؟ ایسا ہے تو پھر رہے گا کیا! اسی طرح مذہبی یا منطقی موشگافیوں سے بھی کسی کو پاک دامن قرار دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کسی طرح کی موشگافیاں نہ کرتا ہو۔ بہت سے لوگ سیاسی موشگافیاں کرتے ہیں ـــ بہت سے قانونی موشگافیاں کرتے ہیں، آخر جو جس دائرے میں کام کرے گا اس میں جب بھی وہ بربنائے ضرورت باریک نکتوں تک جائے گا تو اسے موشگافی ہی کہا جائے گا۔ اگر کوئی شخص دین یا مذہب کے احیاء یا اسلامی دستور یا اسلامی قانون یا اسلامی حکومت کے لیے کام کرے گا، اُسے ان موضوعات پر نکتہ ہائے باریک بھی بیان کرنے ہوں گے۔ اسمبلی کا ہر سپیکر، ہر جج اور ہر وکیل اور ہر صنعت کار اور ہر تاجر اور ہر زمیندار اپنے اپنے دائرے میں موشگافی کرتا ہے۔ پھر کیا مطلب یہ ہے کہ اور تو سارے میدانوں میں ہر قسم کے موضوعات پر باریک بحثیں ہو سکتی ہیں۔ صرف دینی اور اسلامی امور پر نہیں ہو سکتیں۔ یہاں ہوں گی تو موشگافی بن جائیں گی۔ جن دوست کا اقتباس لیا گیا ہے، خود اُن کو بھی شاید لفظ موشگافی کے خاص مفہوم کا تصور حاصل نہ تھا۔ اس سے مراد ایسی بحثیں ہوتی ہیں جن کی کوئی حقیقی عملی ضرورت نہ ہو، محض نکتہ آفرینی اور نکتہ آرائی کا مشغلہ اختیار کر لیا جائے۔ رہیں زندگی کی عملی ضرورتیں تو ہر شعبے میں باریک بحثیں ہوتی ہیں اور نکتے اٹھائے جاتے ہیں۔ اپنے اپنے کام میں تو ایک پٹواری اور ایک ناظرِ عدالت بھی باریک نکتے چھانٹنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پروفیسر کرم حیدری صاحب ہی سمجھ سکیں گے کہ آیا جمیل الدین احمد مرحوم کی مراد یہ تھی کہ "اسلام" سرے سے قائداعظم کا عملی میدان تھا ہی نہیں یا تھا تو سہی مگر یونہی سرسری، انہیں کبھی اس کے اصول و احکام اور ان کے تقاضوں پر سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہ تھی ـــ آخری فقرے نے کمال کر دیا۔ اس اقتباس کی رُو سے دین ایک الگ چیز معلوم ہوتا ہے

[illegible] کی روح الگ ہے [illegible] اس دینی روح کا بڑا اجزا غلط استعمال ہوا ہے [illegible] دینی روح دینی زندگی ہی میں پائی جا سکتی ہے۔ ورنہ اگر دین کے عقاید، احکام عبادات اور شعائر مسنونہ کو ایک طرف [illegible] رکھتے رہیں اور کچھ دین کا جوہر نکال کر روح کیوڑہ کی طرح استعمال کرلیں۔

میرا یہ خیال ہے کہ اس طرح کی تحریریں تو اسلام کی شان کو بڑھاتی نہیں بلکہ ان کی شخصیت کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ [illegible] ۱۹۴۶ [illegible] بہت کے علمبرداروں نے اپنی پسند کا مفہوم دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے متعلق قائد اعظم اور پاکستان کے ایک [illegible]

بقیہ کتاب کے تمام مندرجات کا تفصیلی جائزہ تو ممکن نہیں، ایک عمومی تبصرے کے طور پہ یہ کہوں گا کہ قطع نظر میرے مخلصانہ اختلافی نکات کے، یہ کتاب بہت مفید ہے اور اسے لائبریریوں اور اسکولوں میں خاص طور پر پہنچنا چاہیے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ ایک اچھی خدمت ہے۔